حضور ﷺ کا انقلابِ آفرین

نظریہ حیات



ڈاکٹر حبیب الرحمٰن

ڈائریکٹر جنرل

سیرت ریسرچ سینٹر، کراچی

اپنی مِلّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رُسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

موسوعة السيرة النبوية

سیرت ریسرچ سینٹر کراچی

نام کتاب : حضور ﷺ کا انقلاب آفریں نظریہ حیات

مصنف : ڈاکٹر حبیب الرحمٰن ڈائرکٹر جنرل سیرت ریسرچ سینٹر، کراچی

پروف وترتیب : علامہ جاوید اورنگزیب، علامہ سید اظہار اشرف جیلانی

طبع : 2021ء

باہتمام : سیرت ریسرچ سینٹر (کراچی)

فہرست

تعارف مصنف

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب کا علمی و فکری کام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے، یہ سب آپ کی دن رات کی محنت کا ثمر ہے، آپ نے اسلامک سینٹر سے گریجویشن مکمل کی۔ اس کے بعد کراچی یونیورسٹی سے ماسٹرز، ایم فل اور پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ شروع ہی سے مخلصانہ سوچ کے مالک ہیں اور دنیا کے تمام میدانوں میں صرف خود ہی نہیں بلکہ اپنے تمام ساتھیوں کو کامیابی کے سفر پر دیکھنا چاہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو دنیا والوں کے شر سے محفوظ رکھ کر تمام چیلنجز کا سامنہ کرنے کا جذبہ عطا فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی محنت سے دنیا کی معروف زبانوں پر عبور حاصل کیا اور غیر مسلموں کو اُن کے اپنے ہی پیدا کیے ہوئے اعتراضات کا کافی و شافی جواب تحریری و تقریری صورت میں دیا ہے اور اب بھی اس کار خیر میں مصروفِ عمل ہیں۔ مسلمانوں کو اُن کے زوال پذیر ہونے کی وجوہات کی طرف زبان و قلم سے متوجہ کرتے رہتے اور خود بھی احیائے اسلام کے عظیم مشن کے داعی ہیں اور ہمہ وقت اس مقدس مشن کے فروغ کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ ان کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان ہر سطح پر اسلام کے عالمگیر اور دائمی غلبہ کے لئے اپنے اپنے دائرہ کار میں فعال کردار ادا کرنے کی کوشش کریں تاکہ پوری دنیا کے مسلمان سامراجی اور استعماری ظالموں کے ظلم سے نجات حاصل کر سکیں۔

آپ اپنے انداز کلام سے تمام انسانیت کو یہ بتاتے رہے ہیں کہ دنیا کی تمام مشکلات و مصائب کا حل اسلام اور صرف اسلام ہی میں ہے جس کی عملی صورت سیرت رسول ﷺ ہے۔ اسی لئے آپ سیرتِ رسول ﷺ کی طرف مسلمانوں کو علمی و عملی طور پر متوجہ کرنا اپنی زندگی کا اہم مقصد سمجھتے ہیں۔ یہی سوچ و فکر ہے جو آج آپ کے دن رات کی محنت سے ایک ادارے کی صورت اختیار کر چکی ہے، جہاں ایک سو پچاس جلدوں پر سیرتِ رسول ﷺ کو علمی، تحقیقی، فکری اور نظریاتی بنیادوں پر مرتب کیا جارہا ہے۔

آپ کا اپنے ساتھی رفقاء سے کے کام لینے کا انداز اصلاحی، تعمیری اور حقیقت پسندی پر مبنی ہے۔ ہم نے بھی ڈاکٹر صاحب سے بہت کچھ سیکھا اور آپ کی رفاقت میں بہت کچھ سیکھ رہے ہیں، اللہ آپ کے علم و عمل اور عمر میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

سید اظہار اشرف جیلانی

2/06/2021

پیش لفظ

حضور ﷺ کی حیات طیبہ ایک ایسے ہمہ گیر انقلاب کی اساس ہے جس نے ساتویں صدی عیسوی میں، دنیا کے افق پر چھائی ظلمت و تاریکی کی شبِ دیجور کو ایک حیات آفریں سحر سے بدل کرر کھ دیا۔ تاریک راہوں پر بھٹکتے راہِ حیات کے مسافروں کیلئے آپ کی زندگی وہ چراغِ راہ ثابت ہوئی جس نے نہ صرف انہیں زندگی کا مقصد سمجھا دیا بلکہ حیات ارضی کے ہر ہر شعبے میں آفاقی ہدایت کے ایسے زریں اصول عطا فرمائے ہیں جنکی روشنی میں قیامت تک آنے والے انسان اپنے لیے جامع و کامل نظامہائے حیات مرتب کرسکتے ہیں۔ ماضی قریب میں کئی غیر مسلم اقوام اور ریاستوں نے بہت سے ایسے قوانین اور اصول وضع کیے ہیں جن کی اساس اسلام قرانِ حکیم، سیرت مصطفیٰ ﷺ اور خلفائے راشدین کے اصولوں پر ہے۔ ان قوانین کو اپنی زندگی اور نظامہائے معیشت و معاشرت کو حصہ بنا کر یہ اقوام ترقی کی منازل طے کرتی جارہی ہیں۔ وہیں دوسری طرف مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اپنی کم علمی، عدم توجہی اور دنیاپرستی کی وجہ سے حضور ﷺ کی سیرت طیبہ سے غافل ہیں۔ اس کتابچے میں سیرت طیبہ کی روشنی میں مختصراً کچھ ایسی انقلابی راہوں کی وضاحت کی گئی ہے جن پر چل کر کوئی بھی فرد یا قوم بآسانی ترقی کرسکتی ہے اور دنیا میں ایک منفرد و ممتاز مقام حاصل کرسکتی ہے۔ اس تحریر کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے، اسے سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے تو یقیناً یہ اصلاح معاشرہ کا سبب بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اِن اُصولوں کو سمجھنے اور ان پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ادارہ سیرت ریسرچ سینٹر

حضور (ﷺ) کا انقلاب آفریں نظریہ حیات

آج کا انسان عالمی گاؤں "Global Village" کے تصور میں جی رہا ہے۔ مغرب نے تاریخ کے خاتمہ اور تہذیبی کشمکش میں مغرب کی فوقیت اور بالادستی کے تصور کو پیش کر کے اہل مغرب کو اپنے غلبے پر مطمئن اور غیر اہل مغرب کو ان کی مغلوبیت پر راضی کرنے کے لیے طرح طرح کے تصورات اور نظریات کو اپنی فکر کے کباڑ خانے سے برآمد کر رکھا ہے۔ اطلاعتی انقلاب "Information Revolution" جو سائنس اور ٹیکنالوجی کی اس دور کی سب سے بڑی ایجاد ہے اس نے آج دنیا کے بارے میں فکر و نظر کا وہ انقلاب پیش کر دیا ہے، جس کے بعد اگر "Digital age" اور پھر "Space age" میں مزید پیش رفت ہوتی ہے جو یقیناً ہوگی اور اس کے نتیجے میں انسان کائناتی مظاہر پر مزید غلبہ پانے کی مزید استعداد حاصل کر لے گا اور پھر یہ سفر اس سے بھی آگے مرور زمان کے ساتھ مزید بڑھتا چلا جائے گا- تو اس وقت کی صورتحال کو آج کے حالات پر باآسانی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

آج ترقی اور بالخصوص مادی سامانِ زندگی کے دائرے میں تخلیقات نے انسان کو ایک ایسی جگہ لا کھڑا کیا ہے جہاں اسے پوری دنیا صرف مارکیٹ نظر آتی ہے یعنی جائے خرید و فروخت- باالفاظ دیگر آج اکیسویں صدی کا انسان زندگی کو صرف خرید و فروخت اور "Financial Transcation" کی اصطلاحات میں جانتا اور سمجھتا ہے اور اس کا خیال بلکہ اب شاید اس کا یہ یقین بن چکا ہے (جس کا ذمے دار آج کا شتر بے مہار میڈیا ہے۔ (مادی سامان ضرورت آسائش کے بے پناہ ہجوم میں انسان نے دوسرے انسان کو بلکہ شاید تمام انسانوں کو مبیع "Commodity" سمجھ لیا ہے- جس کو اخلاق، کردار، سیرت، انجام کار اور خود اپنی فنائیت کی ذرہ برابر فکر نہیں کیونکہ انسان اگر مثل" شے "بن جائے تو ہر شے فنا ہونے کے لیے بنتی ہے بقا کا کوئی سوال نہیں ہوتا کیونکہ " Law of Depreciation" ہمیں یہی سکھاتا ہے کہ ہر چیز آہستہ آہستہ رُوبہ زوال ہو کر فنا کے گھاٹ اتر جایا کرتی ہے- اسی طرح آج کا انسان بھی!---

پڑھا لکھا انسان کسی بھی وجہ سے اور کسی بھی وقت نئی ایجادات کے بے ہنگم جنگل سے نکل کر جب خود اپنی ذات پر توجہ کو مرتکز کرتا ہے تو ایسے لگتا ہے کہ سر کی آنکھوں سے نظر آنے والی رنگ برنگی روشنیوں کی چکاچوند کے باوجود اس کا دل اور دماغ ایک انجانے خوف اور پریشانی سے دوچار ہے۔ اس بیماری جس کو آج کی اصطلاح میں "Tension and Depression" کہا جاتا ہے، اس کا شکار ہو کر طرح طرح کے نفسیاتی عوارض میں مبتلا ہوتا چلا جا رہا ہے- مغرب میں بڑھتے ہوئے نفسیاتی امراض اور مریضوں کی تعداد اور اس کے علاج کے لیے اگنے والے بے شمار نفسیاتی ہسپتال اور اس میصبت سے نجات دینے والے مسیحاوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اس بات کی سچی گواہی دیتی ہے کہ آج انسان کے پاس زندگی کو باسہولت گزارنے کے جملہ لوازمات اگرچہ کثرت کے ساتھ موجود ہیں لیکن اس کے قلب و دماغ کسی ایسی حقیقت کی تلاش میں بے قرار ہیں جس کا سرا اس کے ہاتھ آ کر نہیں دیتا- آخر وہ کون سی روشنی ہے جو اس کے ظاہر سے داخل ہو کر اس کے باطن کو منور کر دے؟ یہ روشنی کسی انسانی ذریعے سے ملنا اگر ممکن ہوتی تو انسان کے بنائے ہوئے ایٹمی بجلی گھر یقیناً یہ روشنی کسی نہ کسی ذریعے سے مہیا کر چکے ہوتے ورنہ وہ کسی نے

کسی ایسی ڈیوائس کو یقیناً تخلیق کر چکے ہوتے جو انسان کے اندر کو منور کر سکے لیکن ایسا نہیں ہو سکا ہے اور ہمارا یقین ہے کہ سب کچھ ہونے کے باوجود ایسا نہیں ہو سکے گا- اس کی وجہ یہ ہے کہ اندر کی روشنی سچے عقیدے کی مرہون منت ہے اور سچا عقیدہ کسی سچے سے ہی مل سکتا ہے ایسے سچے سے جس کا قول، فعل، کردار، سیرت، اخلاق، تعلیمات سچی تو یقیناً ہوں لیکن اپنے ماننے والوں کو بھی سچائی کے ابدی و ازلی نور سے اس طور پر منور کر دے کہ ایک طرف انسان کے ظاہری حالات و معاملات روشن ہوں اور دوسری طرف اس کے قلب و نظر پر ظلمت کے پردوں کی تاریکی بھی چھٹ کر روشن ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ازل سے اس بات کو طے کر رکھا تھا کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے ظاہر و باطن کو روشن کرنے کے لیے اس کا آخری پیغمبر آئے گا اور اسی لیے پورے سلسلہ انبیاء (علیہم السلام) کے ہر فرد نے آپ (ﷺ) کی آمد کی نوید اپنی اپنی قوم کو بتکرار سنائی اور ان قوموں نے بھی اپنی نسلوں کو یہ بتلایا اور سکھایا کہ وہ نور مجسم اور سراج منیر جب اس بزم گیتی پر جلوہ گر ہو تو آگے بڑھ کر بلکہ دوڑ کر اس کے دامن کو تھام لینا۔ اسلاف نے اخلاف تک اور اخلاف نے آج کی نسلوں تک اس بشارت کو اتنے تواتر سے منتقل کیا ہے کہ روئے زمین کے چپہ چپہ پر رہنے والے کچھ اور جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں لیکن یہ ضرور جانتے ہیں کہ ایسی ہستی عنقریب دنیا میں ظاہر ہونے والی ہے جو اس کی نجات کی ضامن اور زندگی کی راہوں پر اس کے لیے چراغ کی مثل روشنی اور اُجالے بکھرنے والی ہو گی۔ رب تعالیٰ نے انسانوں کے طویل انتظار کی گھڑیوں کو اس الہامی اعلان Divine announcement کے ذریعے زمین پر بسنے والے ہر رنگ و قوم اور ہر نسل و زباں کے فرد تک یہ خوشخبری قرآن کی زبانی پہنچا دی:

"قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ[1]"

"بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد (ﷺ) آگیا ہے اور ایک روشن کتاب (قرآن مجید)"

ضرورت اس بات کی ہے کہ آج کا انسان اس خدائی اعلان پر غور کرے "وہ نور" آگیا ہے اور آیا بھی اللہ کی طرف سے ہے اور یہ کہ وہ روشنی کسی ایک قوم کے لیے نہیں بلکہ فرمایا تم سب کے لیے حضور (ﷺ) نور مجسم اور سراج منیر بن کر تشریف لے آئے ہیں- روشنی (بجلی) کی قدر و قیمت کوئی پاکستان میں لوڈشیڈنگ کے مارے ہوؤں سے پوچھے جو گرمی کی نہایت حبس زدہ تاریک راتیں میں روشنی کی آمد کے انتظار میں بیٹھ کر گزار دیا کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اگر یہ مژدہ جانفزا سنا دیا جائے کہ آج سے بجلی کی لوڈشیڈنگ ختم کر دی گئی ہے تو ایسا اعلان سن کر ہر ستم رسیدہ انسان کی خوشی کا کیا ٹھکانا ہو سکتا ہے اس کا اندازہ دنیا کے مادی پیمانوں سے کرنا ممکن ہی نہیں کیونکہ تاریکی صرف ایک گھر اور محلے کو تاریک نہیں کرتی بلکہ در و دیوار، کوچہ و بازار اور محلہ و شہر تک کو ویران اور تاریک کر دیتی ہیں یہ تاریکی انسان کی دشمن اس کی صلاحیتوں کی دشمن اور اس کے سکون اور راحت کی دشمن اور اس کی ترقی کے سامنے سدِّ مآرب بن کر اس کی منزل کو کھوٹا کر دیتی ہے جب کہ روشنی ہر مہ و کہ کو روشن اور ہر گھر اور محلے کو منور کر دیتی ہے یہ روشنی ہے جسے دیکھ کر تاریک راہوں کے مسافر رک جایا کرتے ہیں اور بڑھتے قدم سمٹ جایا کرتے ہیں- اس روشنی کی تلاش میں انسان بعض اوقات ایسے سرگرداں ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کی زندگی کو تاریک کرنے پر تُل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے درماندہ، پسماندہ، مایوس اور زندگی سے بددل انسانوں کو مخاطب کرکے یہ خوشخبری عطا فرمائی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سب سے بڑے چراغ کو انسانی دنیا پر محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی صورت میں روشن فرما دیا ہے- آج کا انسان اگر آپ ﷺ (کو جان لے، مان لے اور آپ (ﷺ) کی اتباع پر راضی ہو جائے تو اسے "Tension and Depression" جیسے مہلک امراضِ روح و نفس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات حاصل ہو جائے کیونکہ اللہ کے رسول) ﷺ (نے زندگی میں جو بھی ارشاد فرمایا اور جو بھی عمل سنت مبارکہ کی شکل میں ادا فرمایا وہ سراسر خیر ہی خیر اور نور ہی نور ہے- اس لیے آپ (ﷺ) کا گفتگو فرمانا، خاموش رہنا، چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، کھانا، پینا، پڑھانا، عبادت کرنا نور و علیٰ نور اس معنی میں ہے کہ آج تمام تر ریسرچ کے باوجود ایسا کوئی عمل جو آپ (ﷺ) نے اپنی زندگی میں سرانجام دیا ہو اس کے مخالف کسی کام کو سندِ جواز علمی سطح پر نہیں مل سکی کیونکہ آپ (ﷺ) کی زندگی کے یہ تمام کام انسانوں کی کامل اتباع کے لیے آپ (ﷺ) نے سرانجام دیئے تاکہ ایک طرف امورِ زندگانی کا سلسلہ جاری وساری رہے اور دوسری طرف ان تمام کاموں کی ادائیگی کے نتیجے میں انسان قلب و جاں کے سکون اور راحت کے تلذّذ سے متمتّع ہو سکے اور پھر تاریخ نے یہ ناقابل فراموش منظر دیکھا کہ آپ (ﷺ) کے جسم و عمل کی نورانیت میں چلنے والے انسان جو پہلے ظلمتوں کا شکار تھے ان کی فکر و عقل اور عمل و کردار روشنی کا ایسا مینار بن گیا جس سے آج بھی ستاروں کی مثل روشنی انسانیت کو بھرپور طریقے سے میسر آ رہی ہے۔

حضور (ﷺ) اللہ کے نور ہیں کیونکہ وہ گھر، خاندان، نسل، قبیلہ، شہر اور ملک جس کو کوئی جانتا نہ تھا ماسوائے چند نفوس کے، اللہ نے ان سب کو اتنا روشن کر دیا کہ آج اگر خدا کے دوست اور دشمن کے درمیان فرق کرنا ہو تو اس کے لیے کسی فارمولے کے ایجاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خدا سے غافل اور اس کے دشمن کے بارے میں اتنا جاننا ہی کافی ہے کہ وہ رسول اللہ (ﷺ) کے گھر، خاندان، نسل، قبیلہ، شہر اور ملک کو نہیں جانتا یا جاننا نہیں چاہتا اور جو وہ جاننا چاہتا ہے وہ جان نہیں پاتا کیونکہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے دشمن کبھی حق کے طلب گار اور سچائی کے طالب بن کر آپ (ﷺ) کے حضور حاضر خدمت ہونے سے ہمیشہ گریزاں رہتے ہیں بلکہ) نعوذ باللہ (وہ اس بات کو اپنی جھوٹی شان کے خلاف سمجھتے ہیں کہ روشنی کو روشنی کہہ سکیں اور اسے مان سکیں، ایسے لوگ ظلمتوں کے رسیا اور تاریکیوں کے اسیر اور حق سے منحرف "المغضوب" اور "الضالین" ہیں- خواہ وہ روس کے نام نہاد پڑھے لکھے کمیونسٹ اور سوشلسٹ ہوں یا مغرب کے آزادی کے علم بردار اور حق کے متلاشی ہونے کے دعوید ار لبرل اور سیکولر ہوں- ان کا المیہ وہی ہے جو یہودِ مدینہ کا تھا کہ حضور (ﷺ) ہم میں سے نہیں لہٰذا ہم عرب کی اس ہستی پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں کیونکہ ان کی زبان، رنگ، نسل، قوم، خطہ زمین اور جغرافیہ ارضی ہم سے جدا ہے چنانچہ ان کو بڑا آدمی تو مانا جاسکتا ہے لیکن سب سے بڑا ماننا اس لیے ممکن نہیں کے بڑے کو بڑا مان کر بڑے سے بڑا آدمی چھوٹا بن جایا کرتا ہے- آج کا مغرب اپنے اہل فکر و دانش اور اہل قلم و فلسفہ سے بڑھ کر کسی کی عظمت کو قبول کرنے کے روادار نہیں اور اسی رویّے نے ان کے ارد گرد تعصّب کا ایسا گہرا اور تاریک دائرہ کھینچ دیا ہے جس کے باہر انہیں حق اور سچ کی روشنائی دکھائی نہیں دیتی۔

اللہ تعالیٰ نے جو رب المشارق و المغارب اور رب العالمین ہے اپنے پیغمبر (ﷺ) کو رحمت اللعالمین بنا کر انسان کو یہ پیغام دیا کہ اے رنگ و نسل اور قوم و زبان کے محدود دائروں میں رہنے والو! تم شرق و غرب کی بات کرتے ہوئے ہم نے تو کُل کائنات کے لیے اپنے محبوب کو رحمت (Blessing) بنا کر بھیجا ہے اور یہ رحمت ایک طرف انسان کی ذات، خاندان، نسل اور قوم کے لیے انفرادی رحمت بھی ہے اور دوسری طرف اکیسویں صدی اور اس کے بعد قیامت تک کے انسانوں کی جملہ مشکلات کے لیے دوا اور شفاء ہے- آج انسان کانفرنسوں، سیمیناروں، ورکشاپوں، مکالموں اور مناظروں کے ذریعے اپنی جن موجودہ بدترین روحانی، مذہبی، اخلاقی، سیاسی، معاشرتی، معاشی، مالی، سیاسی، بین الاقوامی پستی اور دوسرے بحرانوں سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے اور پھر بھی ناکام رہتا ہے- اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان خود انسانوں کے مسائل کے لیے ایسا نسخہ دریافت نہیں کر سکتا جو کل نوعِ انسانی کے مسائل کا احاطہ کر کے اس کے لیے حل پیش کر سکے اس کی وجہ انسانی عقل و فکر کی نارسائی اور اس کے ہوش و حواس کی محدودیتیں ہیں۔

حضور (ﷺ) نے سراپا نور بن کر ظلمتوں میں اجالے کس طرح بکھیرے اور ہمیشہ سے موجود بگڑے ہوئے معاملات کی پیچیدہ گتھیاں کس خوبصورتی کے ساتھ سلجھائیں، بند راہوں کو کھول کر فکر و نظر کے دریچوں کو کس قدر وسعت کے ساتھ وا فرمایا اور بالخصوص ژولیدگیِ فکر کے مُقفّل دروازوں کی گرہ کشائی کس حسین پیرائے میں فرمائی درج ذیل سطور میں نہایت اجمال کے ساتھ ہم اس کے بارے میں چند باتیں پیش کر رہے ہیں۔

فکر و نظر میں انقلاب

حضور (ﷺ) کی صداقت اور حقانیت کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آپ (ﷺ) نے اپنی بعثت کے بعد مروّجہ قدیم یونانی، رومی، ایرانی اور ہندوستانی فکر اور عقائد کے نظام کو جو افراط و تفریط پر مشتمل تھے اس کو یکسر بدل کر رکھ دیا بلکہ فلسفہ کی اصطلاح میں اگر یوں کہا جائے کے فکر و نظر کے بارے میں آپ (ﷺ) نے انسانی عقل اور شعور کو متوازن زاویوں کی بنیاد پر تعمیر کیا۔ کیونکہ آپ (ﷺ) کی بعثت کے وقت دُنیا عمل اور عقیدے کے لحاظ سے دو انتہاؤں پر کھڑی تھی اور یہ دونوں انتہائیں ایسی تھیں کہ ان کے درمیان سوائے ایک نہایت تاریک اور عمیق گڑھے کے سوا کچھ نہ تھا اگر کچھ تھا بھی تو وہ قابل قبول نہ تھا- آپ (ﷺ) نے انسانوں کے اس غیر فطری عقیدہ و عمل کی تقسیم کے رویے کو وہ جہت عطا فرمائی جس کے لیے آج کا انسان روزانہ صبح اٹھ کر آپ (ﷺ) کو سیلوٹ کے ذریعے خراجِ تحسین پیش کرے تو تب بھی "حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا" کی مثل وہ حضور (ﷺ) کے احسان تلے زیر بار رہے گا اور اسی لیے اہل ایمان کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ وہ رسول اللہ (ﷺ) کے اس عظیم احسان جو بہت سارے احسانات میں سے صرف ایک ہے، کو ادا کرنے کے لیے شعوری طور پر روزانہ صبح و شام اپنی مرضی سے آپ (ﷺ) کو سلام بصورت درود و سلام پیش کرے اور اگر بھول بھی جائے تو تب بھی رب تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی فرض عبادت نماز کی صورت میں اس عمل کو لازم قرار دیا ہے۔

دو انتہائیں کیا تھیں؟ وہ وہی انتہائیں تھیں جن سے آج اکیسویں صدی کا انسان پھر سے دوچار ہے یعنی مادیت یا روحانیت، آسمانی یا زمینی، خدائی یا انسانی، مقدس یا نامقدس، متبرک یا نامتبرک وغیرہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ یا تو دنیا کے بندے بن کر رہ جائیں- قرآن کے الفاظ میں:

"اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰهُ[2]"

"کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے"

یا حدیث کے الفاظ میں "عبد الدراہم والدنانیر" بن جائیں اور صرف دنیا اور اس کے امور میں مشغول رہیں جس کی قیمت آپ کو یہ دینی پڑے گی کہ آپ کے لیے رب تعالیٰ کے پاس کوئی اخروی اجر نہ ہو اور دوسری صورت میں آپ صرف اپنی عبادت، دھیان، گیان، چلہ کشی، رہبانیت، تجرد، تفرد کی زندگی اختیار کر کے امور دنیا سے بے اعتناء ہو کر اہل دنیا کے لیے بوجھ اور عذاب بن جائیں (نعوذ باللہ من ذلک)۔

چنانچہ نتیجے کے طور پر انسانی زندگی دو مستقل گروہوں میں اس طور پر بٹ کر رہ گئی تھی کہ ہر گروہ سے متعلق افراد دوسرے گروہ کے افراد کو گمراہ، بے عقل، جاہل اور فاسق و فاجر سمجھتے تھے- دین دار طبقہ مذہب کے نام پر جہالت کی سوداگری کر رہا تھا اور دنیادار طبقہ عیش و نشاط کی زندگی گزارنے کے لیے ہر قسم کی اخلاقی بے راہ روی کا شکار تھا چنانچہ ترقی تو دور انسانی تنزلی کی سُرعتِ رفتار کو روکنا ہی بڑا مسئلہ بنا ہوا تھا- ایسی حالت میں حضور (ﷺ) نے پوری انسانیت کو دین و دنیا کے مابین اتحاد و اتفاق اور دونوں تصورات کو زندگی کے بقاء، دوام اور ارتقاء کے لیے لازم قرار دیا اور وہ بھی اس طور پر کہ انسان کی دنیا دین بن جائے اور دین اس کی دنیاوی ضرورتوں کو بھی مکمل طور پر کفایت کر جائے اس کے لیے آپ (ﷺ) نے صرف وعظ و تلقین کا سہارا نہیں لیا بلکہ اپنے قول، فعل، عمل اور مطالبات سے اس نظریۂ حیات کی عملی صورت گری فرمائی اور پھر ہر مسلمان کو دن میں کم از کم پانچ مرتبہ یہ دعا سکھائی:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ[3]"

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ"۔

یہ دعا اس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ کوئی مسلمان دنیا کو چھوڑ اور آخرت سے غافل نہیں رہ سکتا بلکہ رب کی رضا اور آخرت کی طلب کو دنیا میں محنت و کوشش سے مشروط کر دیا گیا ہے- حضور (ﷺ) نے ارشاد فرمایا "الدنیا مزرعۃ الاخرہ" یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کچھ دنیا میں بویا جائے گا آخرت میں اس کے مطابق ہی انسان کی جزا و سزا کا فیصلہ ہو گا- اس حدیث کی روشنی میں کوئی مسلمان دنیا اور اس کے معاملات سے غافل نہیں رہ سکتا یعنی وہ بھرپور طریقے سے جائز حدود کے اندر دنیا کی نعمتوں سے مستفید ہو اور دُنیاوی نعمتوں کو آخرت کی ابدی نعمتوں کے لیے وسیلہ تصور کرے- زندگانی کے بارے میں اس نظریۂ حیات نے انسان کے لیے ایمان کی شرط پر اس کا سونا، جاگنا، پھرنا، پڑھنا، پڑھانا، روزی کمانا، تجارت کرنا، حکمرانی اور سیادت کرنا اور

اتباع حق کرنا عبادت قرار دے کر اس کی فکری بندشوں کو رفعتِ پرواز سے ہمکنار کیا اور پوری زندگی میں دوئی کے تصور کی نفی فرما کر پہلی مرتبہ دین و دنیا کو ہم آغوش فرمایا۔ یہ وہ بلند فکری اور وسعتِ نظری تھی جس نے انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ علم، عقل، شعور، عقیدہ، عبادت، ریاضت، مجاہدات، معرفت اور حقیقت کے رازوں سے پردہ اٹھا کر انسان کو انسان بنایا اور پھر اسی مقام کی بدولت اسے مسجودِ ملائک قرار دے کر رب تعالیٰ کی بارگاہ سے اسے ابدی طور پر یہ پروانہ نجات بھی عطا فرما دیا ہے:

"يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ o ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً o فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ o وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ[4]"

"اے اطمینان پا جانے والے نفس تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب) پس تو میرے (کامل) بندوں میں شامل ہو جا o اور میری جنتِ (قربت و دیدار) میں داخل ہو جا۔"

یہ اللہ اور بندے کا تعلق ہے جس سے انسان، انسانیت کی اعلیٰ معراج پر قائم رہتے ہوئے زندگی کی تمام کامیابیاں حاصل کر سکتا ہے۔

☆☆☆

حوالہ جات

[1] المائدہ:16)

[2] الفرقان:43)

[3] البقرۃ:201)

[4] الفجر:27-30)

موسوعة السيرة النبوية

سیرت ریسرچ سینٹر کراچی